مرثیہ مربع

پہونچ اے ابر کہ مرجھائے شجر حیدر کے
پیاسے تڑپے ہین پڑے نور بصر حیدر کے
بیر بن جھڑتے ہین لب تا نگے ثمر حیدر کے
خشک لب دیکھ انھین چشم ہین تر حیدر کے

گذرا اے ابر ترا کہ تو نہین کس جا ہے
حیف صد حیف کہ ترسے ہین لب دریا پر کہ
گاہ تو تو وہ پہ برسے سے نہ گئے صحرا پر
بوند پانی کے لئے لخت جگر حیدر کے

ڈوبے ہے آب بغیر آل محمد کا گھر
اشک کی سیل گئی فاطمہ کے سر سے گذر
توف تجکو نہ کرے غم سے جو چشم اپنی تر
موج خون پہونچے ہے آ تا بکمر حیدر کے

فیض سے غم کے زمین پر تر و تازہ ہے نبات
واے قسمت کہ جہان مین بلب آب فرات
سبز و شاداب رہے سنگ ہوا سے برسات
آب بن ہوتی ہین بے آب گہر حیدر کے

خویش و فرزند وطن سے ہوئے سب آوارے
چین انکو نہین باقی جو رہے دکھیارے
ظلم کی تیغ سے مارے گئے وہ بیچارے
پھرتے ہین اہل حرم خاک بسر حیدر کے

چرخ نے اہل شقاوت کے لیے ہو بد خواہ
روز جون شب نظر آنکھون مین محمد کی سیاہ
کر دیا شبر و شبیر کو دنیا سے تباہ
یون ملین خاک مین جب شمس و قمر حیدر کے

ایک کا سم سے کیا ٹکڑے کلیجا سارا
جانتے ہو یہ چلا کن پہ ستم کا آرا
جس جگہ آب نہ تھا دوسرے کو وان مارا
جو نواسے تھے پیمبر کے پسر حیدر کے

آہ جس دم سپہ شام حرم پر ٹوٹا
سر کی چادر کے تئین ہر ذی تنفس چھوٹا
پاس تنکا نہ غرض ہونے کے بچا یہ لوٹا
ظلم یہ کس پہ ہوا گھر پہ مگر حیدر کے

بولی کلثوم یہ چہرے پہ لگا سیلی غم
اپنا احوال کسے جا کے دکھادین یہ ہم
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم
کاش اس وقت پڑین جا کے نظر حیدر کے

خویش و فرزند ہمارے نہ کبھو یون مرتے
ان جفا کیشون کے ہاتھو سے نہ یہ دکھ بھرتے
یہ لعین جور و جفا کاہے کو ہم پر کرتے
ہوتے ہم آج کے دن پاس اگر حیدر کے

اہل بیت نبوی دست تعدی کے اسیر
قطرہ آب کو اس دشت مین جون ابر مطیر
گھر کے ہی یاد مین ہر ایک کے ہر دم زنجیر
طفل روتے ہین پڑے شام و سحر حیدر کے

ہو گئے اس معرکہ مین آج جو حمزہ و عقیل
خون نہ اس دشت مین ہوتا مری یا [illegible]

یوں ہی قسمت کا یہ اٹھا تو ہوش میں تھی جبل
زور بازو وہ گئے ہائے کدھر حیدر کے

خاک اور خون میں دیکھو تو زمین کے اوپر
ہاتھ سے اہل شقاوت کے عزیزان یکسر
دھڑ تڑپتا ہے کسو کا کہیں لوٹے ہے سر
یوں ہوئے آگے نہ تیغ و تبر حیدر کے

نہیں قاسم و نہ عباس کو دیکھوں ہوں آہ
سطرح مٹ گئے اک آن میں سبحان اللہ
نہ پڑے چشم اب اصغر پہ نہ اکبر پہ نگاہ
گویا تھے ہی نہ کبھو نور بصر حیدر کے

نہ کوئی یار رہا اپنا نہ کوئی اب ہے شفیق
جو کوئی تھے سو ہوئے رحمت حق کے وہ غریق
نہ کوئی دوست رہا اس وقت نہ کوئی ہے رفیق
کوئی لے جا کے یہ مرقد پہ خبر حیدر کے

ماسوا بحر کے اس قریہ میں ہے لاکھ کنوا
آہ کیا جانیے تھی کونسی ساعت کہ ہوا
قسمت اپنی کہ سوا جو کوئی پیاسا ہی موا
آگے فرزندوں کا اس جا یہ گذر حیدر کے

لشکر شام نے کیا کیجیے تعدی جو کی
کہ وہ مہ سے نہ رکھا ایک کے اندام میں جی
خیمہ اہل حرم کے تئیں آگ آن میں دی
قتل عام آگے مچایا ہے نگر حیدر کے

حق تعالیٰ کرے اس قوم کو جلدی نابود
ان لعینوں نے خدا جانے سمجھ کر کیا سود
کہ یہ میں زیر فلک ہر دو جہاں سے مردود
کردیے جی کے عزیزوں کے ضرر حیدر کے

یا ہی نیزے پہ ہر سر کو یہ دکھلاتے ہیں
یوں عزیزوں کو ترے شام لیے جاتے ہیں
پھر کہیں اسم باسم ان کے بتلاتے ہیں
جلد پہونچو کہ عجب قہر ہے گھر حیدر کے

راہ چلنے دیں ہیں ایک پل آرام نہیں
ہنسکے کہتا ہے وہ ملعون یہ ہے کہ وہیں
جس سے بدھے ہیں کماں کھینچے اے دشمن دین
خویش و فرزند گئے اور جدھر حیدر کے

تھی غرض حضرت کلثوم کی واں یہ گفتار
سن سن ان باتوں کو روتے ہیں کھڑے زار زار
ہر سخن آب کرے تھا دل سنگ و کہسار
شام سے اہل حرم تا بسحر حیدر کے

سودا اب صبر کو دے راہ دل بریاں میں
صلے میں اس کے مدد یہ تجھے ہر میدان میں
آگے سے کی نہیں تاب کسی انسان میں
قرۃ العین ہی دیویں گے ظفر حیدر کے

مرثیہ دیگر مربع

جیسے میں دیکھا ہے گردوں پہ محرم کا ہلال
کہ نہیں سکتا کسی سے ہاے اپنے دل کا حال
روز و شب جھگڑا کرتا ہے رونے سے خیال
ابر دریا بار جب دیکھو تو ہے میرا رومال